ہمارا کوئی بچہ میٹرک سے کم پڑھا ہوا نہ ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍مئی ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گردے کی بیماری بڑی لمبی ہو رہی ہے۔ ۲۵؍مارچ کو میں بیمار ہوا تھا۔ پھر کچھ الجھنیں پیدا ہوگئیں۔ اینٹی بائیوٹک چھوڑنی پڑی۔ پھر میں یہاں آیا۔ ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے بہت سے ٹیسٹ کروا کے ایک اور دوا تجویز کی جس کا چار ہفتہ کا کورس دو تین دن ہوئے گزشتہ منگل کو ختم ہوا۔

بیماری کمزوری کرتی ہے۔ بیماری کا آج کا علاج اس سے بھی زیادہ کمزوری کرتا ہے۔ اس عرصہ میں اپنی بعض غلطیوں کی وجہ سے میرا شوگر کا نظام بھی درہم برہم ہوگیا۔ وہ زیادہ آنے لگ گئی۔ ابھی تک کنٹرول میں نہیں آئی۔ کچھ گرمی کی وجہ آ گئی بیچ میں۔ جب سے مجھے ایک سال میں تین دفعہ ہیٹ سٹروک ہوا کام کرتے ہوئے، گرمی میری بیماری بن گئی ہے۔

بہرحال آج میں بڑے لمبے عرصہ کے بعد انتہائی، آپ کی جدائی سے گھبرا کے خطبہ کے لئے نکل آیا ہوں۔ چلتے وقت بھی ضعف کی ایسی کیفیت تھی کہ میں سوچ میں پڑ گیا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ پھر میں نے کہا کہ جانا چاہیئے، دیر سے ملاقات نہیں ہوئی، ملاپ نہیں ہوا جماعت سے، ملاپ بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح ہو جاتا ہے کیونکہ خطبہ چھپ جاتا ہے تو ساری جماعت کو پتہ لگ جاتا ہے۔

ایک تو دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد کامل شفا دے تاکہ سہولت کے ساتھ میں اپنے پورے کام کرنے کے قابل رہوں۔ اس بیماری میں بھی ایک وقت ایسا آیا کہ میں ڈاک دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ڈاک بہت اکٹھی ہوگئی۔ پھر ربوہ میں مجھے خیال آیا کہ اس طرح تو بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ میں نے دو رات دو بجے شب تک اور ایک رات دو اڑھائی بجے شب تک اور ایک رات اڑھائی بجے تک ڈاک دیکھی، اور بہت ساری ڈاک نکال دی۔ جب میں یہاں آیا ہوں تو قریباً ساری ڈاک میں دیکھ چکا تھا۔ دن کو بھی رات کو بھی لیکن چوتھے دن کام کی زیادتی کی وجہ سے میری یہ حالت تھی کہ ایک کاغذ کو ہاتھ لگانے کو بھی میرا دل نہیں کر رہا تھا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ جو وہ کرے اس پر ہم راضی، شکوہ تو نہیں کرنا حماقت ہے بڑی خدا سے شکوہ کرنا اس خدا سے جو بیشمار نعمتیں دینے اور فضل کرنے والا ہے۔ اگر انسان اپنی ہی غفلت کے نتیجہ میں اس کے قانون کو توڑنے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جائے تو اسے اپنے سے شکوہ ہونا چاہیئے خدا سے تو نہیں ہونا چاہیئے تعلیم ہمیں یہ دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ وَ اِذَا مَرِضْتُ انسان اپنی ہی کسی غفلت کے نتیجہ میں بیمار ہوتا ہے اور وہ شفا حاصل نہیں کرسکتا اپنی کوشش سے فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعرآء:۸۱) شفا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے انسان جو شفا حاصل کرتا ہے اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ ادویہ جو خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت سے بنی ہیں ان کا صحیح استعمال ہو اور خدا تعالیٰ کا حکم ہو دوا کو بھی کہ تو موثر بن اور جسم کے ذرات کو بھی کہ اس دوا کے اثر کو قبول کرو۔ یہ ایک نظام ہے اور دوسرا طریقہ ہے خالص دعا کا جس میں مادی تدبیر بطور پردہ کے آجاتی ہے ورنہ ہوتا کچھ نہیں۔

ایک دفعہ، دیر کی بات ہے، حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رات کے دو بجے مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اسے شدید درد پیٹ میں اٹھی۔ سارے محلّہ کو اُس نے سر پہ اٹھالیا۔ نوجوان تھا، آواز بھی اونچی تھی۔ خوب زور زور سے اس نے شور مچایا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اس کے پاس گئے، آدمی بھیجا ڈاکٹر کو بلانے کے لئے

اور خود کاغذ کی ایک گولی بنائی۔ پانی منگوایا اور کہا منہ کھول، گولی کو اپنے ہاتھ سے اُس کے گلے میں رکھ کر پانی پلا دیا تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ میں کاغذ کھا رہا ہوں اور اس کو آرام آ گیا۔ قبل اس کے کہ ڈاکٹر پہنچتا اس کی درد دور ہو چکی تھی۔ تو یہ دعا ہے جس میں پردہ مادی چیز کا بھی ہوتا ہے ممکن ہے اس کاغذ کے اجزاء میں خدا تعالیٰ نے شفا بھی رکھی ہو بیماری کی۔

بہر حال اس وقت ایک تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوست کثرت سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ شفا دے اور مقبول خدمت کی توفیق دے مجھے بھی اور آپ کو بھی۔ دوسرے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا ارادہ اس سال دورے پر بیرون پاکستان جانے کا ہے۔ دعا کریں کہ یہ دورہ اس معنی میں کامیاب ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو از سرِ نو یہ بتایا گیا کہ **اَلْخَیْرُ کُلُّـہٗ فِی الْقُرْاٰنِ** (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۷۸) ہر قسم کی بھلائی، خیر اور خوشحالی کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ اسی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ سو جب ہم باہر جائیں تو دُنیا کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جائیں اور کم از کم ایک حصہ کو تو یہ تحریک ہو جائے کہ اِدھر اُدھر کی کوششوں اور تدبیروں کی بجائے وہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرے، وہ دنیا جو آج قرآنِ کریم کی عظمت کو پہچانتی نہیں اور دنیا والے اپنے جن مسائل کا حل اپنی تدبیر سے کر نہیں سکے اسے وہ قرآن کریم سے حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کریں۔

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ **کُلُّ بَرَکَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ**۔ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۵) ہر قسم کی برکت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کو حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم ایک تعلیم ہے۔ اس کے سمجھنے میں انسان صحیح قدم بھی اٹھاتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے لیکن جو صحیح سمجھا، جس نے غلطی نہیں کی، جس کے لئے غلطی کرنے کا امکان ہی نہیں تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جس طرح انہوں نے سمجھا قرآن کریم کو ان کے اسوہ پر چلنے کی بنی نوعِ انسان کو توفیق عطا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کے لئے علم ضروری ہے یعنی ضروری ہے کہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھیں، ان کے دل میں محبت اور پیار پیدا ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تیسرے ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے دل میں ایک تڑپ، ایک جوش، ایک جنون پیدا ہو کہ جن راہوں پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور

اپنے رب کی رضا کی جنتوں کو حاصل کیا آپ نے، آپ ہی کے نقشِ قدم پر وہ بھی، ہم بھی چلنے والے ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو۔

اس غرض کے لئے ہی میں نے ’’تعلیمی منصوبہ‘‘ جماعت کے سامنے پیش کیا ہے۔قرآن کریم کو سمجھنا اور سیکھنا ضروری ہے کیونکہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۷۸) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف روحانی باتیں ہی قرآن کریم میں ہیں اور وہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ مادی زندگی اور روحانی زندگی دونوں اس قدر جدا گانہ ہیں اور اس قدر بُعد ہے ان میں کہ ایک کو سیکھنے کے لئے دوسرے کو جاننا ضروری نہیں۔قرآن کریم نے شروع سے آخر تک آیات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ آیت کی جمع ہے۔اس لفظ کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے لئے بھی اور دیگر انبیاء کے معجزات کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کریم کی ہر عظمت والی تعلیم کے متعلق بھی اسے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ہر آدمی کے منہ پر اکثر آتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات ہیں، اس سورۃ کی اتنی آیات ہیں یا فلاں سورۃ کی فلاں آیت میں یہ لکھا ہے۔اسی طرح اس مادی دنیا کی ہر تبدیلی کا نام قرآن کریم نے آیت ہی رکھا ہے جیسا کہ فرمایا:-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ

(اٰل عمران :۱۹۱) یہ جو دن اور رات کا تعلق اور سورج اور زمین کے زاویے، ان کا بُعد اور ان کی حرکتیں، اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ یہ ساری چیزیں آیات ہیں۔ یہ علم جو ہے دینی علم نہیں، محض دنیوی علم بھی نہیں۔ یہ ’’دنیوی علم‘‘ ہے۔روحانیت کی بنیاد اس کے اوپر ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی شان اور اس کا جلال، ان علوم کے حصول کے بعد ایک خوش قسمت انسان کو اس سے زیادہ حاصل ہوسکتا ہے جتنا ایک دہریہ کو حاصل ہونا ممکن ہے۔

تو میں نے کہا قرآن پڑھیں، تفسیر صغیر اپنے پاس رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تفسیر کی ہے۔ وہ اور جو دوسری تفاسیر ہیں قرآن کریم کی مستند، وہ اپنے پاس رکھیں پڑھیں، پڑھائیں بچوں کو، بچوں کو ان کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ وہ جو ہماری منتظمہ ہے اس کو بہت دفعہ جھنجھوڑنا پڑتا ہے۔تب وہ ٹھیک کام کرتی رہتی ہے ورنہ پھر سست ہوجاتی ہیں۔ پھر

قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی غرض سے ہی میں نے کہا کہ کوئی ہمارا بچہ میٹرک سے کم پڑھا ہوا نہ ہو۔ میرے ذہن میں یہ تھا کہ کوئی بچہ ہماری جماعت میں ایسا نہ ہو کہ وہ قرآن کریم سمجھنے کے لئے جو میٹرک کا دماغ ہے اس سے کم دماغ رکھے یعنی میٹرک کا دماغ رکھنے والے میں اتنا علم حاصل کرنے کے بعد جو روشنی پیدا ہوگی اتنی روشنی تو کم از کم ہمارے ہر بچہ میں ہونی چاہیئے تا کہ قرآن کریم کے بعض جلوے جو ہیں وہ اس کے دماغ میں اجاگر ہوسکیں اور میں نے یہ کہا کہ جس دماغ کو اللہ تعالیٰ نے مادی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے سمجھنے اور ان سے استدلال کر کے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں ان کو کسی ایسی جگہ رکنا نہ پڑے کہ ان کے پاس، ان کے خاندان کے پاس آگے پڑھنے یا پڑھانے کے لئے گنجائش نہیں۔ یہ ذمہ داری جماعت اٹھائے۔ اس کے لئے پیار کے ساتھ پیار پیدا کرنے کے لئے میں نے کہا دستخط سے خط لکھوں گا (جس کے سپرد کیا ہوا تھا دستخطوں والے خط کو پرنٹ کرنا انہوں نے بڑی دیر کر دی اور طبع ہو کر ابھی نہیں پہنچے وہ۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔ کوشش کروں گا سفر سے پہلے بچوں کے پاس وہ خطوط پہنچ جائیں)۔

مگر جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ میرے اس حکم کے مطابق، میری اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کو جتنی کوشش کرنی چاہیئے تھی انہوں نے اس کا ۱/۱۰ کی ہے یا کچھ زیادہ اس سے کیونکہ میرا اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک لاکھ سے زائد پڑھنے والے بچے عطا کئے ہیں لیکن ہمارے پاس جو خطوط آئے ہیں وہ چودہ پندرہ ہزار ہیں۔ یہاں راولپنڈی میں یہ ہوا کہ عہدیدار مجھے کہنے لگے ہماری فہرست مکمل، جب پوچھا کتنی؟ تو بتایا ساڑھے سات صد۔ میں نے کہا میرے اندازے کے مطابق تعداد ہزار سے اوپر جانی چاہیئے۔ جب میں پچھلی دفعہ یہاں آیا ہوں آپ کے پاس میں نے ان سے کہا میں تین دن دیتا ہوں اور کوشش کریں۔ تین دن کے بعد آئے تو تعداد ساڑھے تین سو سے ساڑھے سات سو ہوگئی۔ میں نے کہا اب بھی کم ہے کوشش کریں۔ ابھی مجھے ملے تو نہیں، کسی نے مجھے بتایا ہے کہ تعداد آٹھ سو سے اوپر نکل گئی ہے اور اب ان کو بھی امید ہوگئی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق تعداد ایک ہزار سے اوپر ہو جائے گی۔

تو یہ معمولی باتیں نہیں آپ کی جماعتی زندگی کے لئے۔ اس زمانہ میں جب اسلام کا کامل اور مکمل غلبہ اپنے پیار کے ساتھ اور اپنے نور کے ساتھ اور اپنے حسن کے ساتھ اور اپنے احسان کے ساتھ اس دنیا کے انسان کے لئے مقدر ہے اس میں ان ساری چیزوں کا بڑا حصہ ہے۔

پس اس کی اہمیت کو سمجھیں، پہلے تو ہر احمدی سمجھے کہ میں ہوں کون؟ میری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ میں کس تحریک سے منسلک ہوں؟ کیا مقصد ہے میری زندگی کا؟ اسے حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ مجھے کرنا چاہیئے۔ کرنے کا سوال مقصد کی عظمت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے چند ریوڑیاں یعنی لینی ہوں بازار سے، یہ مقصد ہو تو ایک پیسہ کافی ہے خرچ کرنے کے لئے۔ لیکن اگر اسلام آباد میں مکان بنانا ہو تو لاکھوں کی ضرورت پڑ جائے گی۔ اگر کسی نے دو فرلانگ سفر کرنا ہو تو اس کو ایک دھیلے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کو دو فرلانگ چلنا پڑے گا لیکن جس شخص نے زمین سے اٹھ کر آسمان کی رفعتوں پر جا کر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہو اس کو تو بڑا چلنے کی ضرورت ہے۔ بہت سفر کی ضرورت ہے۔ راہ بڑی لمبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت ڈالے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو (جو بیمار ہیں انہیں) صحت دے اور صحت سے رکھے اور ہمارے دلوں میں یہ پیار اور ہماری نسلوں میں یہ جذبہ ہمیشہ قائم رہے کہ بنی نوعِ انسان کو ہلاکت سے بچانا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے انہیں لا جمع کرنا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍جون ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۴)